

لِهُمْ الْفَرَسِنُ  
الْكَافِرُونَ

الْكَافِرُونَ

(٧٨)

# الذب

نام | دوسری آیت کے فقرے عَنِ النَّبِيِّ الْعَظِيمِ کے لفظ اللہ اکواں کا نام قرار دیا گیا ہے، اور یہ صرف نام ہی نہیں ہے بلکہ اس سورۃ کے مضمون کا عنوان بھی ہے، کیونکہ نہایت مراد قیامت اور آخرت کی خبر ہے اور سورۃ میں ساری بحث اسی پر کی گئی ہے۔

زمانہ نزول | جیسا کہ ہم سورۃ مُرْسَلَات کے دریافت چھے ہیں بیان کرچکے ہیں، سورۃ قیامت سے سورۃ نازلہ تک سب کا مضمون ایک دوسرے سے مشابہ ہے اور یہ سب مکہ مغذہ کے انتدابی دوسری تاذل شدہ معلوم ہوتی ہے۔

موضوع اور مضمون | اس کا مضمون بھی وہ ہے جو سورۃ مُرْسَلَات کا ہے، یعنی قیامت اور آخرت کا اثبات، اور اس کو مانندے بانہ مانندے کے نتائج سے لوگوں کو خبردار کرنا۔

مکہ مغذہ میں حسب اول اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ کا آغاز کیا تو اس کی بیانات تین چیزوں تھیں۔ ایک یہ بات کہ اللہ کے ساتھ کسی کو خدائی میں شرکیہ نہ مانا جائے اور دوسری یہ کہ آپ کو اللہ نے اپنے رسول مقرر کیا ہے۔ تیسرا یہ کہ اس دنیا کا ایک روز خاتمه ہو جائے گا اور اس کے بعد ایک دوسرا عالم برپا ہو گا جس میں تمام اولین و آخرین دوبارہ زندہ کر کے اُسی جہنم کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جس میں رہ کر انوں نے دنیا میں کام کیا تھا، پھر ان کے عقائد اور اعمال کا حساب لیا جائے گا اور اس محاسبہ میں جو لوگ مومن و صالح ثابت ہوں گے وہ ہمیشہ کے لیے جنت میں جائیں گے اور جو کافر و فاسق ہوں گے وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے۔

ان ہمیزوں باتوں میں سے بھی بات اگرچہ اہل مکہ کو سخت ناگوار تھی، لیکن بھر حال وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے منکر نہ تھے، اس کے رہت اعلیٰ اور خالق و رانق ہونے کو بھی مانتے تھے، اور یہ بھی تسلیم کرتے تھے کہ دوسری جن ہمیزوں کو وہ معیود قرار دیتے ہیں وہ اللہ ہی کی تخلوی ہیں، اس لیے جگہ اصراف اس امر میں تھا کہ خلق کی صفات و اختیارات میں اور الوبہتیت کی ذات میں اُن کی کوئی شرکت ہے یا نہیں۔

دوسری بات کو کہے کے لوگ مانندے کے لیے تیار نہ تھے، مگر اس امر سے انکار کرنا اُن کے لیے ممکن نہ تھا کہ چالیس سال تک جوز ندگی حضور نہ دعوا میں رسالت سے پہلے اُنہی کے درمیان

گزاری تھی، اس میں انہوں نے کبھی آپ کو جھوٹا یا فریب کار، یا نفسانی اغراض کے لیے ناجائز طریقے اختیار کرنے والا نہ رکھا۔ وہ خود آپ کی دانائی و فرزانگی، سلامتِ روحی اور اخلاقی کی باتی کے قائل دعویٰ معرفت تھے اس لیے بزار بھا نے اور الزاماتِ تراشنے کے باوجود انہیں دوسروں کو باور کرنا تو درکار اپنی جگہ خود بھی یہ باور کرنے میں سخت مشکل پیش کر ہی ملتی کہ حضور سارے معاملات میں تو راستباز میں مگر صرف رسالت کے دعوے میں معاذ اللہ جھوٹے ہیں۔

اس طرح پہلی دو باتیں اہل مکہ کے لیے دراصل اُتنی زیادہ الجھن کی مُوجب نہ تھیں جتنی تیسرا یات تھی اُس کو جب اُن کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے سب سے زیادہ اُسی کا مذاق اڑایا، اُسی پر سب سے بڑھ کر حیرانی اور تعجب کا انداز کیا، اور اُسے بالکل بعید از غفل و امکان سمجھ کر جگہ جگہ اس کے ناقابلِ تقین بلکہ ناقابلِ تصور ہونے کے چرچے شروع کر دیے۔ مگر اسلام کی راہ پر اُن کو لانے کے لیے یہ قطعی ناگزیر تھا کہ آخرت کا عقیدہ اُن کے ذہن میں اتنا رجاستے کہیونکہ اس عقیدے کو ماں نے بغیر پہ ممکن ہی نہ تھا کہ حق اور باطل کے معاملہ میں اُن کا طرزِ فکر سنجیدہ ہو سکتا، خبر و شرک کے معاملہ میں اُن کا معیارِ اقدار بدل سکتا، اور وہ دنیا پرستی کی راہ چھوڑ کر اُس راہ پر ایک تدم بھی چل سکتے جس پر اسلام اُن کو چلانا چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ مختارہ کے ابتدائی دور کی سورتوں میں زیادہ تر زور آخہت کا عقیدہ دلوں میں بٹھانے پر صرف کیا گیا ہے، البتہ اس کے لیے دلائل ہیے انداز سے دیے گئے ہیں جن سے توحید کا تصور بھی خود بخود ذہن نشین ہوتا چلا جاتا ہے، اور نیجے نیجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے برحق ہونے کے دلائل بھی مختصر ادے دیے گئے ہیں۔

اس دور کی سورتوں میں آخہت کے مضمون کی اس تکرار کا سبب اچھی طرح سمجھ لیے کے بعد اس سورۃ کے مضامین پر ایک نگاہ ڈال لیجیے اس میں سب سے پہلے اُن چہرچوں اور چہرے گوئیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو تیامت کی خبر سن کر مکہ کے ہر کو چہرہ بازار اور اہل مکہ کی ہر بخش میں ہو رہی تھیں۔ اس کے بعد انکار کرنے والوں سے پوچھا گیا ہے کہ کیا تمہیں یہ زمین نظر نہیں آتی جسے ہم نے تمہارے لیے فرش بنار کھا ہے؟ کیا یہ بلند در بالا پہاڑ تمہیں نظر نہیں آتے جنہیں ہم نے زمین میں گاڑ کھا ہے؟ کیا تم اپنے آپ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح ہم نے تمہیں مردوں اور عورتوں کے ہجڑوں کی شکل میں پیدا کیا ہے؟ کیا تم اپنی نیند کو نہیں دیکھتے جس کے ذریعہ سے ہم نے تم کو دنیا میں کام کرنے کے قابل نباشے رکھنے کے لیے ہر چند گھنٹوں کی محنت کے بعد ہر چند گھنٹوں میں یقین بر جھوٹ کر کھا ہے؟ کیا تم رات اور دن کی آمد و رفت کو نہیں دیکھتے جسے ٹھیک تمہاری ہزوڑت کے مطابق ہم یا قاعدگی کے ساتھ مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں؟ کیا تم اپنے اپر آسمانوں کے مضبوط

بندھے ہوئے نظام کو نہیں دیکھتے ہے کیا یہ سورج تمیں نظر نہیں آتا جس کی بدولت تمیں روشنی اور حرارت میسر آ رہی ہے؟ کیا تم ان بارشوں کو نہیں دیکھتے جو بادلوں سے برس رہی ہیں اور ان کے ذریعہ سے نخلے اور سبزیاں اور لکھنے باغ آگ رہے ہیں؟ یہ ساری چیزوں کی نہیں بھی بتایا پیش کی جو قادرِ مطلق نے ان کو پیدا کیا ہے اُس کی فدالت قیامت لانے والے آخرت پر پا کرنے سے عاجز ہے جا اور اس پورے کار خانے میں جو کمال درجے کی حکمت و رانائی صربھا کار فرمائے کیا اس کو دیکھتے ہوئے تمہاری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ اس کار خانے کا ایک ایک جگہ اور ایک ایک قلع تریام مقصد ہے مگر بجا شے خود پورا کار خانہ بے مقصد ہے؟ آخر اس سے زیادہ لغو اور بے معنی بات کیا ہو سکتی ہے کہ اس کار خانے میں انسان کو پیش دست در فرمان (Foreman) کے منصب پر مأمور کر کے اسے بیان پڑے و سبع اختیارات تو دے دیجے جائیں مگر جب وہ اپنا کام پورا کر کے بیان سے رخصت ہو تو اسے یونہی چھوڑ دیا جائے ہے کام بنانے پر پیش اور انعام، نہ کام پھاؤ پر باز پورس اور مزا۔

یہ دلائل دینے کے بعد پورے زوال کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ فیصلے کا دن یقیناً اپنے مقرر وقت پر آ کر رہے گا۔ صور میں بس ایک پھونک مارنے کی دیر ہے، وہ سب کچھ جس کی نہیں خبر دی جا رہی ہے سامنے آجائے گا اور تم آج چلے ہے مگر یادہ مانو، اُس وقت جماں جمیں تم رے پڑے ہو گے وہاں سے فوج در فوج اپنا حساب دینے کے لیے نکل آؤ گے۔ تمہارا انکار اس واقعہ کو پیش آنے سے نہیں روک سکتا۔

اس کے بعد آیت ۱۷ سے ۳۴ تک بتایا گیا ہے کہ جو لوگ حساب کتاب کی توقع نہیں رکھتے اور جہنوں نے ہماری آیات کو محض لاد بیا ہے، ان کا ایک ایک کرتوت گن گن کر ہمارے ہاں لکھا ہوا ہے، اور ان کی خبر لینے کے لیے جہنم گھات لگائے ہوئے تباہ ہے جماں ان کے اعمال کا جو پڑے بدلم انہیں دے دیا جائے گا۔ پھر آیت ۳۴ سے ۶۰ تک ان لوگوں کی بہترین جزا بتائی گئی ہے جہنوں نے اپنے آپ کو ذمہ دار و جواب دہ سمجھ کر دیا ہے اپنی آضرت درست کرنے کی پہلی ہی ذمہ کر لی ہے، اور انہیں اطمینان دلایا گیا ہے کہ انہیں ان کی خدمات کا صرف اجر ہی نہیں دیا جائے گا بلکہ اس سے زائد کافی انعام بھی دیا جائے گا۔

آخر میں خدا کی عدالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ وہاں کسی کے آڑ کر بیٹھ جانے اور اپنے منوسلیں کو بخشوا کر چھوڑنے کا کیا سوال، کوئی بلا اجازت زبان تک نہ کھوں سکے گا، اور اجازت بھی اس شرط کے ساتھ ملے گی کہ جس کے حق میں سفارش کا اذن ہو صرف اسی کے لیے سفارش کرے اور سفارش میں کوئی بے جا بات نہ کہے۔ نیز سفارش کی اجازت صرف ان لوگوں کے حق میں دی



جانے گی جو دنیا میں کلمۃ حق کے قائل رہے ہیں اور محض گناہ گاریں۔ خدا کے باغی اور حق کے نکری سفارش کے مستحق نہ ہوں گے۔

پھر کلام کو راست تنبیہ پر ختم کیا گیا ہے کہ جس دن کے آئندے کی خبر دی جائی ہے اُس کا آنا برق ہے، اُسے دور نہ سمجھو، وہ قریب ہی آنکا ہے، اب جس کا جی چاہے اسے مان کر اپنے رب کا راستہ اختیار کرے۔ لیکن اس تنبیہ کے باوجود جو اُس کا انکسار کرے گا اس کا سارا کیا دھر اُس کے سامنے آ جائے گا اور پھر وہ پچھتا پچھتا کر کے گا کہ کاش میں دنیا میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ اُس وقت اُس کا بیرا حساس اُسی دنیا کے پار سے ہیں ہو گا جس پر وہ آج لٹکو ہو رہا ہے۔

سُورَةُ النَّبِيِّ مَكْتَبَةٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۚ عَنِ النَّبِيِّ الْعَظِيمِ ۝ الَّذِي هُمْ فِيهِ  
مُخْتَلِفُونَ ۖ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝

یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں؟ کیا اُس بڑی خبر کے بارے میں جس کے  
متعلق یہ مختلف چیزوں کی بارے میں لگے ہوئے ہیں؟ ہرگز نہیں، عنقریب انہیں معلوم ہو جائیگا۔  
ہاں ہرگز نہیں، عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔

۱۵ بڑی خبر سے راوی قیامت اور آخرت کی خبر ہے جس کو آہل کتبہ انکھیں پھاڑ پھاڑ کر سنتے تھے، پھر ہر مغل  
میں اس پر طرح طرح کی پہنچوں یاں ہوتی تھیں۔ پوچھ گچھ سے ہر ادی چہرے پہنچوں یاں ہیں۔ لوگ جب ایک دوسرے سے  
ختنے تو کہتے تھے کہ بھائی، کبھی پلے بھی تم نے سنا ہے کہ مر کے کوئی دوبارہ زندہ ہو گا؟ کیا یہ ماننے کے قابل بات ہے  
کہ مگر سر کر جو ٹڈیاں ریزہ ریزہ ہو جیں میں ان میں نہ سے سے سے جان پڑے گی؟ کیا عقل میں یہ بات سماں ہے کہ  
اگلی پچھلی ساری نسلیں اٹھ کر ایک جگہ جمع ہوں گی؟ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ بڑے بڑے جھے ہو شے پھاٹہ ہوائیں روشنی  
کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ چاند سورج اور تارے سب بچھ کر رہ جائیں اور دنیا کا یہ  
سارا جما جمایا نظامِ الٹ پیٹ ہو جائے؟ یہ صاحب جو کل تک اپنے خاصہ دانتا آدمی ختنے آج انہیں یہ کیا ہو گیا ہے  
کہ ہمیں ایسی عجیب انہوں نبی خبریں سنا رہے ہیں۔ یہ سبتوں اور یہ دوسری خاطر پلے کہاں تھیں جن کا ذکر ہم نے کبھی ان  
کی زبان سے نہ سنا تھا؟ اب یہ ایک دم کہاں سے نکل آئی ہیں کہ انہوں نے ان کے عجیب و غریب نقشے ہمارے سامنے  
کھینچنے شروع کر دیے ہیں؟

۱۶ هُمْ فِيهِ هُخْتَلِفُونَ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ”وہ اس کے بارے میں مختلف چہرے پہنچوں کر رہے ہیں“۔  
دوسرے مطلب یہ یہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کے انجام کے بارے میں یہ لوگ خود مجھی کوئی ایک متفق علیہ عقیدہ نہیں رکھتے  
 بلکہ ان کے درمیان اس کے متعلق مختلف خیالات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی عیسائیوں کے خیالات سے  
متاثر نہ ہوا اور زندگی بعدی موت کو مانتا تھا مگر یہ سمجھتا تھا کہ وہ دوسری زندگی جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہو گی۔ کوئی آخرت  
کا قطعی منکر نہ تھا مگر اسے شک تھا کہ وہ ہو سکتی ہے یا نہیں، چنانچہ قرآن مجید ہی میں اس خیال کے لوگوں کا یہ قول نقل کیا گیا  
ہے کہ ان نَظَنُّ إِلَّا ظَنًا وَ مَا ظَنَّ مُسْتَقِيقُونَ ۝ وَ هُمْ تُوبِسُ ایک گمان سار کرتے ہیں و تھیں ہم کو نہیں ہے۔ ”الراجح شیء آبہت“ ۲۷۱

الَّهُ يَجْعَلُ الْأَرْضَ مِهْدَاءً ۝ وَالْجَبَالَ أَوْتَادًا ۝ وَخَلَقْنَاكُمْ  
آزَوَاجًا ۝ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سَبَاتًا ۝ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝

کیا یہ واضح نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا، اور پہاڑوں کو منحون کی طرح گاڑ دیا، اور تینیں (امردوں اور عورتوں کے) جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا، اور تمہاری نیند کو باعث سکون بنایا، اور رات کو پردہ پوش

اور کوئی بامکل صاف کتنا تھا کہ ان ہی لَا حَيَا تَنَا الدُّنْيَا وَمَا فَخَنْ ۝ يَمْبَغِيُونَ ۝، "جو کچھ بھی بھے بس ہماری بیوی دنیا کی زندگی ہے اور ہم ہرگز مرنے کے بعد دوبارہ نہ اٹھائے جائیں گے" (آل الانعام - آیت ۲۹)۔ پھر کچھ لوگ ان میں سے دہریے تھے اور کہتے تھے کہ مَا هِيَ لَا حَيَا تَنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْدِي كُنَا إِلَّا الدَّهْرُ، "زندگی بس بھی ہماری دنیا کی زندگی ہے، بیویں ہم مرتے اور جیتتے ہیں اور گرددش ایام کے سوا کوئی چیز نہیں جو بھیں ہماں کرنے ہو" (الباجاثیہ - ۳۴)۔ اور کچھ دوسرے لوگ دہریے تو نہ تھے مگر دوسری زندگی کو ناممکن قرار دیتے تھے، یعنی ان کے نزدیک یہ خدا کی قدرت سے خارج تھا کہ وہ مرے ہوئے انسانوں کو پھر سے زندہ کر سکے۔ ان کا قول نہماں تیجی  
الْعَظَمَ وَهِيَ رَحِيمٌ ۝، کون ان بذریوں کو زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں ۝ (رس - ۸۷)۔ یہ ان کے مختلف اقوال خود ہی اس بات کا ثبوت تھے کہ ان کے پاس اس مشتبے میں کوئی علم نہ تھا، بلکہ وہ محض گمان در قیاس کے تیرتگے چلا رہے تھے، اور نہ علم ہوتا تو سب کسی ایک بات کے قائل ہوتے رہ زید نشریح کے لیے ملاحظہ ہو۔ تفہیم القرآن جلد پنجم، الذاریات، حاشیہ ۶)۔

۳۰ یعنی آخرت کے متعلق جو باتیں یہ لوگ بنارہے ہیں سب غلط ہیں۔ جو کچھ انسوں نے سمجھ رکھا ہے دو ہرگز صحیح نہیں ہے۔

۳۱ یعنی وہ وقت دُور نہیں ہے جب وہی چیز حقیقت ہن کر ان کے سامنے آجائے گی جس کے بارے میں یہ فضول چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔ اُس وقت انہیں پتہ چل جائے گا کہ رسول نے جو خبر ان کو دی تھی وہی صحیح تھی اور قیاس و گمان سے جو باتیں یہ بنارہے تھے ان کی کوئی حقیقت نہ تھی۔

۳۲ زمین کو انسان کے لیے فرش، یعنی ایک پر سکون قیام گاہ بنانے میں قدرت و حکمت کے جو کمالات کا فرمایاں ہیں ان پر اس سے پہلے تفہیم القرآن میں متعدد مقامات پر تفصیلی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ مثال کے طور پر مقامات ذیل ملاحظہ ہوں: تفہیم القرآن، جلد سوم، النمل، حواشی ۲۷-۲۸۔ جلد چہارم، نیں، حاشیہ ۲۹۔ المؤمن، حواشی ۹-۱۰۔ اُذُرْخُرُوت، حاشیہ ۷۔ الباجاثیہ، حاشیہ ۷۔ جلد پنجم، ق، حاشیہ ۱۸۔

۳۳ زمین پر پہاڑ پیدا کرنے کی حکمتوں کے متعلق ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد دوم، النمل، حاشیہ ۱۱، جلد سوم، النمل، حاشیہ ۱۴۔ جلد ششم المرسلات، حاشیہ ۱۵۔

وَجَعَلْنَا التَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُرْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾  
وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجَاجًا ﴿١٣﴾ وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصَرَاتِ مَكَاءً  
شَجَاجًا ﴿١٤﴾ لِنُخْرِجَ رِبَهْ حَبَّا وَنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَجَثَتِ الْفَاقَاءً ﴿١٦﴾

اور دن کو معاش کا وقت بنایا، اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان قائم کیئے، اور ایک نہایت روشن اور گرم چراغ پیدا کیا، اور بادلوں سے لگاتار بارش بر سائی تاکہ اس کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گھنے باع گا میٹے؟

۷۵ انسان کو مردوں اور عورتوں کے جوڑوں کی شکل میں پیدا کرنا اپنے اندر جو عظیم حکمتیں رکھتا ہے اور کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تو قیم القرآن، جلد سوم، الفرقان، حاشیہ ۶۹، الرؤم، حواشیہ ۱۰ تا ۱۳۔ جلد چہارم، نیں، حاشیہ ۲۱۔ الشوری، حاشیہ ۲۷۔ الزخرف، حاشیہ ۲۸۔ جلد ششم، القیامہ، حاشیہ ۴۵۔

۷۶ انسان کو دنیا میں کام کرنے کے قابل بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جس حکمت کے ساتھ اس کی فطرت میں منید کا ایک ایسا داعیہ رکھ دیا ہے جو ہر چند شخصوں کی محنت کے بعد اسے چند گھنٹے سونے پر مجبور کر دیتا ہے اس کی تشریح ہم تفہیم القرآن، جلد سوم۔ الرؤم، حاشیہ ۳۳ میں کر چکے ہیں۔

۷۷ یعنی رات کو اس غرض کے لیے تاریک بنادیا کہ اس میں تم روشنی سے محفوظ رہ کر زیادہ آسانی کے ساتھ نیند کا سکون حاصل کر سکو، اور دن کو اس مقصد سے روشن بنایا کہ اس میں تم زیادہ سہولت کے ساتھ اپنی معاش کے لیے کام کر سکو۔ زمین پر باقاعدگی کے ساتھ مسلسل رات اور دن کا الٹ پھر کرنے رہنے کے بے شمار فوائد میں سے صرف اس ایک فائدے کی طرف اشارہ جوہر تاگے کے لیے کیا گیا ہے کہ یہ سب کچھ یہ مقصد، یا اتفاقاً فانہیں ہو رہا ہے بلکہ اس کے پیچے ایک بڑی حکمت کام کر رہی ہے جس کا براہ راست تمہارے اپنے مخادرے گبرا علق ہے۔ تمہارے درجود کی ساخت اپنے سکون دراحت کے لیے جس تاریکی کی طالب تھی وہ رات کو، اور اپنی میہشت کے لیے جس روشنی کی طالب تھی وہ دن کو ملتی اک گئی ہے۔ تمہاری ضروریات کے عین مطابق یہ انتظام خود اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ کسی حکیم کی حکمت کے بغیر نہیں ہوا ہے۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تو قیم القرآن جلد دوم، یوسف، حاشیہ ۴۵۔ جلد چہارم، نیں، حاشیہ ۲۴۔ المؤمن، حاشیہ ۵۸۔ الزخرف، حاشیہ ۲۴)۔

۷۸ مضبوط کا لفظ اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ اُن کی سرحدیں اتنی مستحکم ہیں کہ ان میں ذرہ برا بر تجزیہ و تبدل نہیں ہونے پاتا اور ان سرحدوں کو پار کر کے عالم بالا کے بے شمار تاریخ اور سیاروں میں سے کوئی نہ ایک دوسرے سے مکرنا ہے نہ تمہاری زمین پر آگرتا ہے۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تو قیم القرآن، جلد اول، البقرہ، حاشیہ ۲۹)۔

جلد دوم، الرعد، حاشیہ ۱۰۔ الحجر، حواشی ۸ و ۱۲۔ جلد سوم، المؤمنون، حاشیہ ۱۵۔ جلد چہارم، القمان، حاشیہ ۱۳۔ بیس، حاشیہ ۱۴۔ الصافات، حواشی ۵۔ ۶۔ المؤمن، حاشیہ ۹۔ جلد ششم، ته، حواشی ۷۔

**نَلَهُ مُرَادُهُ بِهِ سُورَجٌ** - اصل میں لفظ وَهَا جم استعمال ہوا ہے جس کے معنی نہایت گرم کے بھی بیس اور نہایت روشن کے بھی، اس لیے ترجیح میں ہم نے دونوں معنی درج کر دیے ہیں۔ اس مختصر سے فقرے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے جس عظیم الشان نشان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اُس کا قطر زمین کے قطر سے ۱۰۹ لاکھ اور اس کا جنم زمین کے جنم سے ۳۲ لاکھ ۲۳ ہزار گناہ زیادہ بڑا ہے۔ اس کا درجہ حرارت ایک کروڑ چالیس لاکھ ڈگری سنٹی گرینڈ ہے۔ زمین سے ۹ کروڑ ۳۲ لاکھ میل دور ہونے کے باوجود اُس کی روشنی کا یہ حال ہے کہ انسان اگر بہترین آنکھ سے اس کی طرف نظر جملنے کی کوشش کرے تو اپنی بینائی کھو بیٹھے، اور اس کی روشنی کا حال یہ ہے کہ زمین کے بعض حصوں میں اس کی تیپش کی وجہ سے درجہ حرارت بہم ڈگری فاہرن ہائٹ تک پہنچ جاتا ہے۔ بہرہ اللہ ہی کی حکمت ہے کہ اس نے زمین کو اُس سے ٹھیک ایسے خاص طور پر رکھا ہے کہ نہ اُس سے بہت قریب ہونے کے باعث یہ بے انہا گرم ہے اور نہ بہت دور ہونے کے باعث بے انہا سرد، اسی وجہ سے بیان انسان، حیوان اور نباتات کی زندگی ممکن ہوئی ہے۔ اُسی سے قوت کے بے حساب خزانے نکل کر زمین پر پہنچ رہے ہیں جو ہمارے لیے سب سبیجات بننے ہوئے ہیں۔ اُسی سے ہماری فصلیں پک رہی ہیں اور ہر مخلوق کو غذا بہم پہنچ رہی ہے۔ اُسی کی حرارت سمندروں کے پانی کو گرم کر کے وہ بجا پیں اٹھاتی ہے جو ہواؤں کے ذریعہ سے زمین کے مختلف حصوں پر پھیلتی اور بارش کی شکل میں برستی ہیں۔ اس سورج میں اللہ نے ایسی زبردست بھٹی سلگار کھی ہے جو اربوں سال سے روشنی، حرارت اور مختلف اقسام کی شعاعیں سارے نظام شمسی میں پھینکے چلی جا رہی ہے۔

**اللَّهُ زِيْنٌ پَّرَبَّارُشٌ** کے انتظام اور نباتات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے جو جو حیثیت انگیز کمالات کا فرمایا ہے ان پر تفصیل کے ساتھ تفہیم القرآن کے حسب ذیل مقامات پر روشنی ڈالی گئی ہے: جلد دوم، النحل، حاشیہ ۱۵ الف۔ جلد سوم، المؤمنون، حاشیہ ۱۔ الشراء، حاشیہ ۵۔ الرعد، حاشیہ ۳۔ جلد چہارم، فاطر، حاشیہ ۱۹۔ بیس، حاشیہ ۲۹۔ المؤمن، حاشیہ ۲۰۔ الزخرف، حواشی ۱۰۔ جلد ششم، الواتر، حواشی ۸ و تما۔

ان آیات میں پے درپے بہت سے آثار و شواہد کو پیشی کر کے قیامت اور آخرت کے منکرین کو یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم انکیس کھول کر زمین اور پہاڑوں اور خود اپنی پیدائش اور اپنی نیتد اور پیداری اور روز و شب کے اسلام (نہ) کو دیکھو، کائنات کے بندھے ہوئے نظام اور آسمان کے چکتے ہوئے سورج کو دیکھو، بالوں سے بر سنے والی بارش اور اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھو تو تمہیں دو باتیں ان میں نمایاں نظر آئیں گی۔ ایک یہ کہ یہ سب کچھ ایک زبردست قدرت کے بغیر نہ وجود میں آ سکتا ہے، نہ اس پاتا عدگی کے ساتھ جاری رہ سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان میں سے ہر چیز کے اندر ایک عظیم حکمت کام کر رہی ہے اور کوئی کام بھی پے مقصد نہیں ہو رہا ہے۔ اب یہ بات صرف ایک نادان ہی کہ سکتا ہے کہ جو قدرت ان ساری چیزوں کو درجہ میں لانے پر قادر ہے وہ انھیں فنا کر دینے کا در

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مُبِيقًا ۝ يَوْمَ يُنْهَىٰ فِي الصُّورِ قَاتِلُونَ أَفَا جَاءَ ۝  
وَفَتَحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبُوايَةً ۝ وَسَبِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝

بے شک فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے جس روز صور میں پھونک مار دی جائے گی، تم قوج در قوج نکل آؤ گے۔ اور آسمان کھول دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ دروازے ہی دروازے بن کر رہ جائے گا، اور پھاڑ چلائے جائیں گے کہ یہاں تک کہ وہ سراب ہو جائیں گے۔

دوبارہ کسی اور صورت میں پیدا کر دینے پر قادر نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی صرف ایک ہے عقل ہی کہہ سکتا ہے کہ جس حکیم نے اس کائنات میں کوئی کام بھی بے مقصد نہیں کیا ہے اس نے اپنی دنیا میں انسان کو سمجھو بوجھہ خیر و شر کی تیزی، طاقت و عصیان کی آزادی، اور اپنی بے شمار مخلوقات پر تصرف کے اختیارات بے مقصد ہی دے دیا ہے میں، انسان اُس کی دی ہوئی ان چیزوں کو اچھی طرح استعمال کرے یا بھی طرح، دونوں صورتوں میں اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا، کوئی بخلافیاں کرتے کرتے مر جائے تو بھی مٹی میں مل کر ختم ہو جائے گا اور برا بیان کرنے کرتے مر جائے تو بھی مٹی ہی میں مل کر ختم ہو جائے گا، اور بھلے کو اس کی بخلافی کا کوئی اجر ملے گا، اور بھرے سے اس کی جگہ پر کوئی باز پس ہو گی سنندگی بعد موت اور قیامت و آخرت پر بھی دلائل میں جو جگہ قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں مثال کے طور پر حسب ذیل مقامات ملاحظہ ہوں: تفہیم القرآن، جلد دوم، الرعد، حاشیہ۔ جلد سوم، الحج، حاشیہ و مادرم، حاشیہ۔ جلد چہارم، سیا، حواشی۔ اور ۱۳۔ الصاقات، حواشی ۸۔ ۹۔

۱۴ اس سے مراد وہ آخری نفح صور ہے جس کا آوازہ بلند ہوتے ہی تمام مرے ہوئے انسان یا کایک جی اٹھیں گے، اور تم سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جو اُس وقت مخاطب تھے، بلکہ وہ تمام انسان میں جو آغاز آفرینش سے قیامت تک پیدا ہوئے ہوئی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد دوم، ابریشم، حاشیہ ۵۔ جلد سوم، الحج، حاشیہ۔ جلد چہارم، سیا، حواشی ۶۴۔ ۷۴۔ الزمر، حاشیہ ۲۹۔

۱۵ اس مقام پر یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہاں بھی قرآن کے دوسرا سے بہت سے مقامات کی طرح قیامت کے مختلف مراحل کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ پہلی آیت میں اُس کیفیت کا ذکر ہے جو آخری نفح صور کے وقت پیش آئے گی، اور بعد کی دو آیتوں میں وہ حالت بیان کی گئی ہے جو درسرے نفح صور کے موقع پر دنا ہو گی۔ اس کی وجہ تفہیم القرآن، جلد ششم، تغیر سورہ الحاقہ، حاشیہ۔ ایں کرچکے ہیں۔ آسمان کھول دیا جائے گا۔“ سے مراد یہ ہے کہ عالم بالا میں کوئی بندش اور رکاوٹ باتی نہ رہے گی اور ہر طرف سے ہر آفت سمادی اس طرح ٹوٹی پڑ رہی ہو گی کہ معلوم ہو گا کہ یا اس کے آئے کے لیے سارے دروازے کھلے ہیں اور اس کو روکنے کے لیے کوئی دروازہ بھی بند نہیں رہا ہے۔ پھاڑوں کے چلنے اور سراب بن کر رہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ دیکھتے دیکھتے پھاڑاپنی جگہ سے اکھڑ کر ڈالیں گے

۱۷۰ اَنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۚ لِلِّطَّاعِينَ هَذَا ۖ ۗ لِذِئْدِنَ فِيهَا اَحْقَافَ كَثِيرًا ۗ

درحقیقت جہنم ایک گھات ہے، سرکشوں کا ٹھکانا، جس میں وہ مددوں پڑے رہیں گے۔

اور پھر ریزہ ریزہ ہو کر اس طرح پھیل جائیں گے کہ جہاں پلے کبھی پھاڑ تھے دہاں ریت کے ویسیع میدانوں کے سوا اور پکھرنا ہو گا۔ اسی کیفیت کو سورہ ظہر میں یوں بیان کیا گیا ہے: ”یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ آخر دن یہ پھاڑ کہاں پلے جائیں گے؟ ان سے کہو میرا رب ان کو دھول بناؤ کرازدار سے گا اور زمین کو ایسا ہموار چیل میدان بنادے گا کہ اس میں تم کوئی بکل اور سلوٹ تک نہ رکھو گے“ (آل ایات ۵۰، آیات ۵۱۔ امع حاشیہ ۸۳)۔

**۱۸** گھات اُس جگہ کو کہتے ہیں جو شکار کو پھانسے کے لیے بنائی جاتی ہے تاکہ وہ بے خبری کی حالت میں آئے اور اچانک اس میں پھنس جائے۔ جہنم کے بیے یہ لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ خدا کے باعث اُس سے بے خوف ہو کر دنیا میں یہ سمجھتے ہوئے اُجھل کو دکرتے ہو رہے ہیں کہ خدا کی خلائق اُن کے لیے ایک کھلی آماجگاہ ہے، اور یہاں کسی پکڑ کا خطرہ نہیں ہے، لیکن جہنم اُن کے لیے ایک ایسی چھپی ہوئی گھات ہے جس میں وہ یکاکی پھنسیں گے اور میں پھنس کر ہی رہ جائیں گے۔

**۱۹** اصل میں لفظ احتساب استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی میں پے در پے آنے والے طویل زمانے، ایسے مسلسل ادوار کہ ایک دو رختم ہوتے ہی دوسرا دو شروع ہو جائے۔ اس لفظ سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ جنت کی زندگی میں تو ہمیشگی ہوگی مگر جہنم میں ہمیشگی نہیں ہوگی، کیونکہ یہ مدتیں خواہ کتنی بھی طویل ہوں، بہر حال جب مددوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس سے بھی تصور ہوتا ہے کہ وہ لامتناہی نہ ہوگی بلکہ کبھی نہ کبھی جا کر رختم ہو جائیں گی۔ لیکن یہ استدلال درودجوہ سے غلط ہے۔ ایک بیکہ عربی لغت کے لحاظ سے خقب کے لفظ ہی میں مفہوم شامل ہے کہ ایک خقب کے پچھے دوسرا خقب ہو، اس لیے احتساب لازماً ایسے ادوار ہی کے لیے بولا جائیگا جو پے در پے ایک دوسرے کے بعد آتے چلے جائیں اور کوئی دوسرے بھی ایسا نہ ہو جس کے پچھے دوسرا دور نہ آئے۔

دوسرے یہ کہ کسی موضوع کے متعلق قرآن مجید کی کسی آیت سے کوئی ایسا مفہوم لینا اصولاً غلط ہے جو اُسی موضوع کے پارے میں قرآن کے دوسرے بیانات سے متصادم ہوتا ہو۔ قرآن میں ۲۳ مناقamat پر اہل جہنم کے لیے خود ہمیشگی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، تین جگہ صرف لفظ مُحْلُود ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس پر ابدار ہمیشہ ہمیشہ کا بھی اختصار دیا گیا ہے، اور ایک جگہ صاف ارشاد ہوا ہے کہ ”وَهُوَ چاہیں گے کہ جہنم سے نکل جائیں، مگر وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں ہیں اور ان کے لیے فائم رہنے والا عذاب ہے“ (الملائکہ، آیت ۲۳)۔ ایک دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ ”اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم میں إلَّا يَرَبِّ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے“ اور یہی بات اہل جنت کے متعلق بھی فرمائی گئی ہے کہ ”جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم میں إلَّا يَرَبِّ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے“ (دہود، آیات ۱۰۸-۱۰۹)۔ ان تصریحات کے بعد لفظ احتساب کی بنیاد پر یہ



لَوْيَدُ وَقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَاقًا ۝ جَزَاءً  
وَفَاقًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝ وَكَذَبُوا بِآيَتِنَا كِذَابًا ۝  
وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝ فَذُو قَوْمٍ فَلَمْ تَزِدْ كُلُّ أَلْأَعْدَادُ  
إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝ حَدَّ أَيْقَنَ وَأَعْنَابًا ۝ وَكَوَاعِبَ آنِرَابًا ۝

اس کے اندر کسی مخندگ اور پیشے کے قابل کسی چیز کا مزہ وہ نہ چکھیں گے، پچھلے گا تو بس گرم پانی اور زخموں کا دھون (آن کے کروٹوں) کا بھر پور بدلہ۔ وہ کسی حساب کی توقع نہ رکھتے تھے اور ہماری آیات کو انہوں نے بالکل جھسلا دیا تھا، اور حال یہ تھا کہ ہم نے ہر چیز گن گن کر لکھ رکھی تھی۔ اب چکھو مزہ، ہم تمارے لیے عذاب کے سوا کسی چیز میں ہرگز اضافہ نہ کریں گے۔

تیقیناً متقيوں کے لیے کامرانی کا ایک مقام ہے، باغ اور انگور، اور فو نیز ہم سن لیکیاں،

کہنے کی آخر کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ جہنم میں خدا کے باغیوں کا قیام دائمی نہیں ہوگا بلکہ کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا؟

۱۶۔ اصل میں لفظ غساق استعمال ہوا ہے جس کا ملکاں پیپ، لمبوا، کج لہو، اور آنکھوں اور کھالوں سے بنے رہا، آن تمام رطوبتوں پر ہوتا ہے جو شدید تغیر کی درجہ سے برخلافی ہوں۔ اس کے علاوہ بہ لفظ ایسی چیز کے لیے بھی بولا جاتا ہے جس میں سخت تعصی اور سڑاندہ ہو۔

۱۷۔ یہ ہے وہ سبب جس کی بنابرودہ جہنم کے اس خوفناک عذاب کے منتخی ہوں گے۔ ایک یہ کہ دنیا میں وہ یہ سمجھتے ہوئے نہ مددگی بسرا کرتے رہے کہ کبھی وہ وقت نہیں آتا ہے جب انہیں خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہو۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعہ سے آن کی ہدایت کے لیے جو آیات بھی تھیں انہیں مانندے سے انہوں نے قطعی انکار کر دیا اور ان کو جھوٹ قرار دیا۔

۱۸۔ یعنی آن کے اقوال و افعال، ان کی حرکات و سکنات، حتیٰ کہ ان کی نیتیوں اور خیالات اور مقاصد کا مکمل ریکارڈ ہم تیار کرتے جا رہے تھے جس سے کوئی چیز پھر تھی ہوئی نہ تھی، اور وہ بے وقوف اس سے بےخبر اپنی جگہ یہ سمجھے جیسے تھے کہ وہ کسی اندر میز نگری میں جی رہے ہیں جہاں وہ اپنی مرضی اور خواہش سے جو کچھ چاہیں کرتے رہیں، اُس کی باز پُرس کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

۱۹۔ یہاں متقيوں کا لفظ آن لوگوں کے مقابلے میں استعمال کیا گیا ہے جو کسی حساب کی توقع نہ رکھتے تھے

وَكَمَا دِهَا قَاتِلًا لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذْبًا ﴿٢٦﴾ جَزَاءُ مَنْ رَتَّبَ عَطَاءً حِسَابًا ﴿٢٧﴾ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٢٨﴾ يَوْمَ يَقُولُ الْرُّوحُ وَالْمَلِكُهُ صَفَّا ذَلِيلَةَ الْمُؤْمِنِ لَا مَنْ أَذْنَ لَهُ الرَّحْمَنُ

اور حچکلتے ہوئے جام۔ وہاں کوئی لغو اور جھوٹی بات وہ نہ تھیں گے۔ جزا و اور کافی انعام تمارے رب کی طرف سے، اُس نہایت صربان خدا کی طرف سے جوز میں اور آسمانوں کا اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے جس کے سامنے کسی کو بولنے کا بارا نہیں۔

جس روز روح اور ملائکہ صرف بستہ کھڑے ہونگے، کوئی نہ بولے گا سو ائے اُس کے جسے حسن جائزت دے

اور جہنوں نے اللہ کی آیات کو جھیلا دیا تھا۔ اس لیے لا محالہ اس لفظ سے مراد وہ لوگ ہیں جہنوں نے اللہ کی آیات کو مانا اور دنیا میں یہ سمجھتے ہوئے زندگی بسر کی کہ انہیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

۲۵ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آپس میں ہم سن ہوں گی، اور یہ بھی کہ وہ ان لوگوں کی ہم سن ہوں گی جن کی ندویت میں وہ دی جائیں گی۔ سورہ حم، آیت ۵۲، اور سورہ همّا قعرہ آیت ۷۳ میں بھی یہ ضمنوں گز جیکا ہے۔ ۲۶ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس بات کو جنت کی بڑی نعمتوں میں شمار کیا گیا ہے کہ آدمی کے کافی ہاں بیووہ اور جھوٹ اور گندی باتیں سننے سے محفوظ رہ پیں گے۔ وہاں کوئی بادہ گوئی اور فضول گپ بازی نہ ہو گی کوئی کسی سے نہ جھوٹ بولے گا، دنیا میں گالم گلورچ، بہتان، افیزان، نعمت اور الزام تراشیدیوں کا جو طوفان برپا ہے، اس کا کوئی نام و نشان وہاں نہ ہو گا مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تو تفہیم القرآن، جلد سوم ہریم حاشیہ ۸۰۔ جلد ششم، الواقعہ، حواشی ۱۳۱-۱۳۲)۔

۲۷ جزا و اس کے بعد کافی انعام دینے کا ذکر یہ معنی رکھتا ہے کہ ان کو صرف وہی جزا نہیں دی جائے گی جس کے وہ اپنے نیک اعمال کی بنیاد پر مستحق ہوں گے، بلکہ اس پر مزید انعام اور کافی انعام بھی انہیں دیا جائے گا۔ اس کے برعکس ابھی جہنم کے بارے میں صرف اتنا فرمایا گیا ہے کہ انہیں ان کے کرنوں کا بھرپور بدلہ دے دیا جائے گا ابھی نہ ان کے جرائم سے کم سزا دی جائے گی، نہ اس سے زیادہ۔ یہ بات قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر وفاصلت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ مثلاً یونس علیہ السلام آیات ۲۶-۲۷۔ النمل، آیات ۹۰-۹۱۔ الفقصص، آیت ۲۴-۲۵۔ آیات ۳۰-۳۱۔ المؤمن، آیت ۴۰۔



وَقَالَ صَوَابًا ۝ ذَلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فِيمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَا يَشَاءُ ۝ إِنَّا أَنذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا هُوَ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمُرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَهُ وَيَقُولُ الْكُفَّارُ يَلْعَنُونِي كُنْتُ مُتَرَابًا ۝

اور جو صحیک بات کئے۔ وہ دن برحق ہے، اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف پلٹنے کا راستہ اختیار کرے۔

ہم نے تم لوگوں کو اُس عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب آ لگا ہے۔ جس روز آدمی دہ سب کچھ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے، اور کافر پکارا تھے گا کہ کاش میں خاک ہوتا۔

۲۳۔ یعنی میدان حشر میں دربارِ الہی کے عرب کا یہ عالم ہو گا کہ اہل زین ہوں یا اہل آسمان، کسی کی بھی بوجال نہ ہوگی کہ از خود اللہ تعالیٰ کے حضور زربان کھوں گے، یا عدالت کے کام میں ملا خدلت کر سکے۔

۲۴۔ ہلِ نفسِ کی اکثریت کا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد جبریل علیہ السلام میں اور ان کا جو بلند مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اس کی وجہ سے ملائکہ سے الگ ان کا ذکر کیا گیا ہے رمز بدِ تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تو تفہیم القرآن، جلد ششم، المعارج، حاشیہ ۳۰۔

۲۵۔ بولنے سے مراد شفاعت ہے، اور فرمایا گیا ہے کہ وہ صرف دو شرطوں کے ساتھ نہیں ہوگی۔ ایک شرط یہ کہ جس شخص کو جس گنہگار کے حق میں شفاعت کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے گی صرف وہی شخص اُسی کے حق میں شفاعت کر سکے گا۔ دوسری شرط یہ کہ شفاعت کرنے والا بچا اور درست بات کہے، بے جا نوعیت کی سفارش نہ کرے، اور جس کے معاملہ میں وہ سفارش کر رہا ہو وہ دنیا میں کم از کم کلمۃ حق کا قائل رہا ہو، یعنی محفوظ گناہ کا رہا ہو، کافر نہ ہو۔ رمز بدِ تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تو تفہیم القرآن، جلد اول، البقرہ، حاشیہ ۱۴۸۔ جلد دوم، یونس، حاشیہ ۵۔ ہود، حاشیہ ۱۰۶۔ جلد سوم، مریم، حاشیہ ۱۵۔ ٹہہ، حواشی ۸۵۔ ۸۷۔ الأنبیاء، حاشیہ ۷۔ جلد چہارم، سبا، حواشی ۴۳۔ الموسی، حاشیہ ۴۳۔ الزخرف، حاشیہ ۶۸۔ جلد پنجم، النجم، حاشیہ ۲۱۔ جلد ششم، المدثر، حاشیہ ۳۶۔

۲۶۔ بظاہر ایک آدمی یہ خیال کر سکتا ہے کہ جن لوگوں کو خطاب کر کے یہ بات کہی گئی تھی ان کو مرے ہوئے اب ۱۷ سو سال گزر چکے ہیں، اور اب بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قیامت آئندہ کتنے سو، یا کتنے ہزار، یا کتنے لاکھ برس



بعد آئے گی۔ پھر یہ بات کس معنی میں کہی گئی ہے کہ جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے وہ قریب آنکا ہے؟ اور سورۃ کے آغاز میں یہ کیسے کہا گیا ہے کہ عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کو وقت کا احساس صرف اُسی وقت تک رہتا ہے جب تک وہ اس دنیا میں زمان و مکان کی حدود کے اندر جسمانی طور پر زندگی ببر کر رہا ہے۔ مر نے کے بعد جب صرف روح باقی رہ جائے گی، وقت کا احساس و شعور باقی نہ رہے گا، اور قیامت کے روز جب انسان دوبارہ زندہ ہو کر اٹھے گا اس وقت اسے بُوں محسوس ہو گا کہ ابھی سوتے سوتے اسے کسی نے جگا دیا ہے۔ اس کو یہ احساس بالکل نہیں ہو گا کہ وہ ہزار ہا سال کے بعد دوبارہ زندہ ہوا ہے (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد دوم، النحل، حاشیہ ۲۴۔ بنی اسرائیل، حاشیہ ۵۔ جلد سوم، اٹھ، حاشیہ ۸۰۔ جلد چہارم، بیس، حاشیہ ۸۳)۔

۷۲۔ یعنی دنیا میں پیدا ہی نہ ہوتا، یا مر کر مٹی میں مل جاتا اور دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کی نوبت نہ آتی۔